ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

راشد اور فہمیدہ ریاض کا تصور زن: تقابلی مطالعہ

عبدالرؤف
پی ایچ۔ڈی اُردواسکالر
ادارہٴ زبان و ادبیاتِ اُردو،اورینٹل کالج،پنجاب یونیورسٹی،لاہور
ڈاکٹر عارفہ اقبال
ایسوسی ایٹ پروفیسر
ادارہٴ زبان و ادبیاتِ اُردو،اورینٹل کالج،پنجاب یونیورسٹی،لاہور

Abstract:

Fahmida Riaz is a versatile blue stocking. She needs no introduction in literary circles. She earned her name as a poetess, novelist, fiction writer, translator, historian and biographer, but her real fame owes much to poetry. She expressed her ideas and emotions at length through poetry. She is expert in selection and arrangement of words. She became spokesman for deprived and oppressed strata of society and expressed her stance fully on imbalanced and biased treatment of woman. That is why, her name is considered authentic in the movement of woman rights. For her expression, she deviated from traditional way of poetry and introduced novelty in topics, as we find in the works of N.M. Rashid. He presented deprived and oppressed strata of society through symbols, but Fahmida Riaz has proved bold by not depending on any kind of symbols or similes, rather she expressed her views on such topics through candid and real style of writing. Both of the authors, by deviating from traditional Urdu poetry and prose, invoked bottomless ocean of rebellion, but both of them are pole apart in their views of woman and her rights. In the present study, the author has tried to present comparative analysis of their opposite views on this feminism.

Keywords:

Fahmida Riaz, N.M. Rashid, Poetry, Rebellion, Feminism, Comparative study etc.

ن ۔ م راشد اور فہمیدہ ریاض ان تخلیق کاروں میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اردو کی روایتی نظم و نثر سے یکسر انحراف اور بغاوت کر کے نئے موضوعات پر لکھا۔ راشد کی بعض نظموں میں کچھ ابہام ملتا ہے جبکہ فہمیدہ ریاض حقیقت پسندی کی ڈگر پر زیادہ روانی اور تیزی سے چل پڑیں اس لیے ان کے ہاں وضاحتی اور” بولڈ“اسلوب نمایاں ہے ۔راشد نے بر صغیر کے افراد کی سوچ کی فرسودگی کو شدت سے محسوس کیا جس سے ان کی شاعری میں سماجی ماحول کے نفسیاتی مسائل اور الجھنیں نمایاں نظر آتی ہیں جبکہ فہمیدہ ریاض کے ہاں مشرق کی فرسودگی کو محسوس تو شدت سے کیا گیا مگر اس سے انھوں نے اپنی شاعری میں تناؤ کی کیفیت کو بالکل نہیں آنے دیا۔اُن میں ماحول کی نفسیاتی دشواریوں اور اُلجھنوں سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ بہت نظر آتا ہے ۔وہ نہ ان سے بھاگیں اور نہ کبھی موت کی خواہش کی بلکہ ہمت اور دلیری سے ان سے لڑتی ہیں اور آگے نکل جاتی ہیں۔راشد بھی” ماورا “کے بعد کے کلام میں ایشیائی اقوام کی ابتری اور زبوں حالی،مجبوری اور محکومی کو علامتوں اور کنایوں سے ظاہر کرنے لگے ”لا = انسان“ تک پہنچتے پہنچتے ان کا نقطہٴ نظر بدل گیا کہ یہ بنی نوع انسان کے جملہ تضادات اور مسائل ہیں ۔یہاں ان کی شاعری میں آزادی کی لگن اور احساسِ تفکر ابھرتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ واضح انداز میں اپنی نظموں میں طاقت ور کے غلبے اور استحصالی قوتوں کے خلاف گویا ہونے لگے ۔

آؤ، اسرافیل کے اس خوابِ بے ہنگام پر آنسو بہائیں
آرمیدہ ہے وہ یوں قرنا کے پاس
جیسے طوفان نے کنارے پر اگل ڈالا اسے
ریگِ ساحل پر ،چمکتی دھوپ میں ، چپ چاپ
اپنےصُور کے پہلو میں وہ خوابیدہ ہے !

مرگِ اسرافیل سے
دیکھتے رہ جائیں گے دنیا کے آمر بھی
زباں بندی کے خواب !
جس میں مجبوروں کی سرگوشی تو ہو
اس خداوندی کے خواب!(۱)

حرف و سخن HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

جب راشد کے ہاں اس طرح کے خیالات و نظریات نے جنم لیا تو فہمیدہ ریاض شعوری طور پر ان کی گرویدہ نظر آتی ہیں۔ ان کی شاعری میں ایسے الفاظ کا چناؤ اور خیالات کا اظہار ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعوری طور پر ان کی مقلد ہیں،بطورِ مثال ان کی کئی نظمیں پیش کی جا سکتی ہیں ۔"اندھا کباڑی" راشد کی بہت معروف نظم ہے جس میں وہ اپنے خوابوں اور خیالوں کو لیے گلی کوچوں میں پھرتا ہے تاکہ لوگ انھیں خرید لیں اور سمجھنے کی کوشش کریں جس سے ان کے مقدر کو آب دی جا سکے - مگر لوگ بدقسمتی، سستی ، جہل اور جدت کو اختیار کرنے کے خوف سے ان کے قرب سے بھی گریزاں ہیں اور وہ ان میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے مفت کا اعلان کرتے ہیں تو لوگ مارے ڈر کے مزید بُعد اختیار کرتے ہیں کہ شاید یہ کوئی شعبدہ باز اور ٹھگ نہ ہو ،اسی طرح سارا دن بیت جاتا ہے اور وہ شام کو مایوس گھر لوٹتا ہے !

رات ہو جاتی ہے
خوابوں کے پلندے سر پہ رکھ کر
منہ بسورے لوٹتا ہوں
رات بھر پھر بڑبڑاتا ہوں
" یہ لے لو خواب ___"
اور لے لو مجھ سے ان کے دام بھی
خواب لے لو ،خواب ____
میرے خواب ____
ب___ میرے خواب ____
خوااااب_____
ان کے دااام بھی ی ی ی____"(۲)

فہمیدہ ریاض جب ان خوابوں کی بات کرتی ہے جن کے اندر بڑے مقاصد پوشیدہ ہیں ہوتے ہیں تو ان کا انداز اور لفظیات بدل جاتی ہیں مگر خیال کی رو وہی ہے جس میں راشد بہہ رہے تھے ۔فہمیدہ ریاض کے خیال میں ان لوگوں کے ذہن منجمد ہو چکے ہیں جو ان خوابوں کا مفت سن کر ڈر جاتے ہیں - ان میں حرکت اور حرارت لانے کے لیے اور انھیں آب دینے کے لیے محنتِ شاقہ اور بلند حوصلے کی ضرورت ہے۔ وہ خواب دیکھتی ہیں اور بلند حوصلگی سے معمور ہیں۔

شہر پر کہر ٹھہری ہوئی !
کہر میں شہر ڈوبا ہوا
جھیل کی سطح پر پھیلتی خشک پیڑوں کی سوکھی ٹہنیوں کے جھروکوں میں ٹھہری ہوئی
میرے پیروں تلے چرمراتے ہوئے کتھئی زرد نارنج پتوں کے ڈھیروں پہ سوتی ہوئی
اور خزاں کے سلگتے ہوئے شعلہ ساں
سارے رنگوں کو دھیما بناتی ہوئی
آنسوؤں میں بھگوئی ہوئی دھند میں
خواب ہیں
خواب ہیں
خواب ہیں(۳)

اسی طرح فہمیدہ ریاض کی نظم" شہر والو سنو ! "دیکھیے :

اس بریدہ زباں شہر میں قصہ گو خوش بیاں آئے ہیں
شہر والوں سنو ! اس سرائے میں ہم قصہ خواں آئے ہی
شہرِ معصوم کے ساکنو! کچھ فسانے ہمارے سنو
دور دیسوں میں ہوتا ہے کیا ٔماجر آج سارے سنو (۴)

" آج شب " اور "۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء"نظمیں دیکھیے کیسے فہمیدہ ریاض نے راشد سے لفظ مستعار لیے ہیں :

آج شب میں نیند پر پہرا دوں گی
چند یادوں ،چند اندیشوں کی ایک سنگین کندھے پر اٹھائے
" جاگتے رہنا " کی آواز لگاتی

صبح دم تک
شہر کی گلیوں میں آوارہ نہ گھوموں گی (۵)

نظم ''۲۳ مارچ ۱۹۷۱ء ''سے چند سطریں ملاحظہ کیجیے :

غم و اندوہ سے پامال و شکستہ تن ہو

آؤ اے ہم وطنو! رقص کرو، رقص کرو

غیظ کا رقص ،بکھرے ہوئے پندار کا رقص

رنج و رسوائی کا ،امید نگوں سار کا رقص
پیرہن چاک کرو مصلحت اندیشی کا(۶)

لفظیات کے حوالے سے دیکھا جائے تو راشد رقص کو یوں استعمال کرتے ہیں - ان کی نظمیں"رقص"اور" رقص کی رات" دیکھی جا سکتی ہیں :

اے میری ہم رقص مجھ کو تھام لے
زندگی سے بھاگ کر آیا ہوں میں
ڈر سے لرزاں ہوں کہیں ایسا نہ ہو
رقص گہ کے چور دروازے سے آ کر زندگی
ڈھونڈ لے مجھ کو ٗنشاں پا لے مرا
اور جرمِ عیش کرتے دیکھ لے ! (۷)

''رقص کی رات'' سے چند سطریں ملاحظہ ہوں :

رقص کی رات کوئی دورِ طلب
بن نہ سکتا تھا ستاروں کی خدائی گردش؟
محورِ حال بھی ہو ٗجادوِ آئندہ بھی
اور دونوں میں پیوستگیِ شوق بھی ہو(۸)

اس کے علاوہ "مہاجر "، "شکستہ" اور" سبب "بھی ایسی نظمیں ہیں جنہیں مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ تصور خدا کے حوالے سے بھی دونوں میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔وہ خدا کو تو تسلیم کرتے ہیں مگر جب خدائی امیر اور غریب میں امتیاز قائم کرتی ہے اور معاشرے میں نہ ہمواری اور نا انصافی جنم لیتی ہے تو اس کے خلاف ہوجاتے ہیں۔ اگر یہ نظام خدا کا عطا کیا ہوا ہے تو بقول راشد اس خدا کا جنازہ فرشتے لیے جا رہے تھے ہم نے دیکھا ہے - کیوں کہ انھیں یقین ہے کہ یہ نظامِ قدرت نہیں بلکہ جاگیرداروں اور سرمایہ کاروں کی غلیظ اور کراہت آمیز عطا ہے۔ راشد صرف آزادی اور مساوات کے لیے خدا کا باغی ہوتا ہے ۔وہ وجودِ خدا سے منکر نہیں - انھوں نے اپنی کئی نظموں میں مغرب کے خدا کے وجود کو تسلیم کیا اور مشرق کے خدا کے وجود سے انکار کر کے اصل میں مشرق و مغرب کے حوالے سے خدا کی نا انصافی یا لوگوں کے خود ساختہ نظام کو طنز کا نشانہ بنایا ہے ۔

نہیں اس دریچے کے باہر تو جھانکو
خدا کا جنازہ لیے جا رہے ہیں فرشتے
اسی ساحرِ بے نشاں کا
جو مغرب کا آقا تھا مشرق کا آقا نہیں تھا ! (۹)

فہمیدہ ریاض عورت کی تکریم و تعظیم ،وقار، عزت و آبرو ،معاشرے میں اس کے حقوق کی پاسداری ،مرد سماج میں اس کے لیے مساوات اور شانہ بشانہ آزادی کی جنگ لڑنے میں تمام عمر سپہ سالار بن کر رہیں۔انھوں نے معاشرے کے اس رویے کے خلاف آواز اٹھائی جو عشق کے نام پر عورت سے کھیلا جا رہا تھا ۔ وہ اس حقیقت سے بھی پردہ چاک کرتی ہیں جس میں جسمانی آرزو کے لیے عورت کو گڑیا کی طرح گونگا اور بے جان سمجھا جاتا ہے یا بننے پر مجبور کیا جاتا ہے کیونکہ مرد اسے ایسے کردار میں ہی پسند کرتے ہیں اور یہ خواہش اور مطالبہ کرتے ہیں کہ عورت بے جان پیکرِ جمال بن جائے۔انھوں نے بڑی ہمت اور حوصلے سے اس موضوع پر لکھا جہاں آکر بڑی بڑی روشن خیال عورتوں کے لکھتے ہوئے ہاتھ کانپتے تھے۔ لکھتی ہیں :

" کتنی طویل مدت سے عورتوں نے اپنے جسم اور بایولوجی کے لیے مقتدر ادیبوں کے لغو اور بے معنی جملے پڑھے ہیں - کتنے برسوں سے ایک دبا ہوا اور کچلا ہوا غصہ ان کے سینوں میں کھولتا رہا ہے ۔مبارک ہے وہ دن اور وہ ساعت جب صدیوں سے اہانت کا شکار یہ

مخلوق لب کشائی کر رہی ہے ۔ آج دانشور عورت خوفزدہ نہیں۔ وہ پُر اعتماد ہے اور چند نہایت نامور ادیبوں کی تحریروں کو خود اپنے ہاتھ میں آئینہ کی طرح اٹھا کر دنیا کو دکھا رہی ہے اور ان تمام مقامات پر سرخ نشانات خود اپنے ہاتھ سے لگا رہی ہے جہاں مرد ادیب اپنی انسانی اقدار کا مضحکہ اڑاتے نظر آ سکتے ہیں ۔"(۱۰)

فہمیدہ ریاض برصغیر یا ایشیا ہی نہیں بلکہ یورپ کی خواتین کے لیے بھی اتنی ہی مخلص اور سنجیدہ تھیں ۔ ن ۔م راشد نے جب عورت کا تصور پیش کیا تو وہ فہمیدہ ریاض کے بالکل الٹ تھا اور اس میں مرد سماج کی وہی بو تھی جس میں عورت کی تذلیل کی جاتی ہے اور زندگی کے ہر معاملے میں بطور فدیہ ،تحفہ اور بدلہ عورت کو پیش کیا جاتا ہے ۔حالاں کہ ن ۔م راشد اردو ادب کے عہد ساز تخلیق کار تھے۔ ایسے مضبوط اور روشن دماغ کے مالک جنھوں نے دلیری ،جرات مندی اور پورے اعتماد سے اس وقت کے مروجہ اور فرسودہ اسلوب کے برعکس شاعری اور تخلیق کے لیے بالکل نیا راستہ اختیار کیا ۔وہ ایک روشن خیال انقلابی شاعر تھے مگر تصورِ زن کے لیے اتنے ہی روایتی ثابت ہوئے۔

فہمیدہ ریاض لکھتی ہیں :

" ن۔م ۔ راشد ایسے شاعر ہیں جن کے کلام میں تصورِ زن سے صرف افسوس ہو سکتا ہے----- جہاں تک عورت کا تصور ہے ،تو وہ ان کے کلام میں ،نہ صرف آغاز میں بلکہ بعد کے ادوار میں بھی ایک گوشت کی گٹھڑی سے آگے کبھی نہ بڑھا ۔ اردو شاعری کے جدید دور کے ان تیسرے بانی، یعنی راشد صاحب نے عورت کو کس طرح پیش کیا -- ان کی نظم "انتقام " پڑھ کر قاری حیران و پریشان ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ "(۱۱)

نظم "انتقام" جس کا ذکر فہمیدہ ریاض نے کیا ہے اس کی چند سطریں دیکھیے جن میں عورت کے بارے میں راشد کے خیالات واضح ہو جاتے ہیں یہاں عورت کا عورت ہونا مقصود ہے ،علاقے اور ملک کا تعلق نہیں :

اس کا چہرہ اس کے خد و خال یاد آتے ہیں
اک برہنہ جسم اب تک یاد ہے
اجنبی عورت کا جسم ،
میرے "ہونٹوں" نے لیا تھا رات بھر
جس سے اربابِ وطن کی بے بسی کا انتقام
وہ برہنہ جسم اب تک یاد ہے! (۱۲)

پھر اسی اجنبی عورت جس کے برہنہ جسم کی بات کرتے ہیں اس پر پوری نظم "اجنبی عورت"کے عنوان سے لکھ دیتےہیں۔

کاش اک"دیوار رنگ"
میرے ان کے درمیان حائل نہ ہو !
یہ سیاہ پیکر برہنہ راہرو
یہ گھروں میں خوبصورت عورتوں کا زہر خند (۱۳)

ان سطروں کو دیکھیں تو پوری طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ راشد نے عورت کے جسم کو بدلے اور انتقام کا ذریعہ بنانا اپنا حق سمجھا ہے ۔حالاں کہ اربابِ وطن کی بے بسی کا انتقام کسی مرد سے بھی تو لیا جا سکتا تھا ۔ اصل معاملہ تو انگریز سے آزادی کا تھا نہ کہ انتقام کا۔ منٹوجب "نیا قانون" میں گورے کو چابک مارتا ہے تو وہ سزا معلوم ہوتی ہے انتقام نہیں ۔ مگر راشد اس کو انتقام کہتے ہیں جو ایک منفی رویہ ہے اگر اس پہلو سے راشد کے کلام کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو شاید اس رویے کے پیچھے وہ کم ہمتی اور ناطاقتی بھی نظر آتی ہے جو جنسِ مخالف سے جسمانی تعلقات کو ایک راحت بخش ،سکون اور عمل کے بجائے نفرت اور غصے کا اظہار کرواتی ہے۔بہرحال اس احساس نے راشد کی شاعری میں زیریں رو کا کام کیا اور اسی سے عورت کے جمالیاتی پیکر نے جنم لیا ۔ بعض اوقات یہ لگتا ہے کہ یہ معاملہ حاکم قوت یا گوروں تک محدود نہ تھا بلکہ صرف نفسیاتی ہی تھا ۔ اب نظم "بیکراں رات کے سناٹے میں" کی چند سطریں ملاحظہ کیجیے :

تیرے بستر پہ مری جان کبھی

Vol.7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

بے کراں رات کے سناٹے میں
جذبہ شوق سے ہو جاتے ہیں اعضا مدہوش
اور لذت کی گراں باری سے
ذہن بن جاتا ہے دلدل کسی ویرانے کی

اور پھر آخر میں دیکھیے :

ایک لمحے کے لیے دل میں خیال آتا ہے
تو مری جان نہیں
بلکہ ساحل کے کسی شہر کی دوشیزہ ہے
اور تیرے ملک کے دشمن کا سپاہی ہوں میں
ایک مدت سے جسے ایسی کوئی شب نہ ملی
کہ ذرا روح کو اپنی وہ سبک بار کرے !
بے پناہ عیش کے ہیجاں کا ارماں لے کر
اپنے دستے سے کئی روز سے مفرور ہوں میں!
یہ مرے دل میں خیال آتا ہے
ترے بستر پہ مری جان کبھی
بے کراں رات کے سناٹے میں ! (۱۴)

یہاں راشد کے دل و دماغ کی کیفیت یکساں معلوم نہیں ہوتی بلکہ ذہن بے کیفی میں مبتلا ہے اور وہ سپاہی نہیں،دشمن ملک کے سپاہی بن رہے ہیں یہاں عورت سے جسمانی تعلق سرگوشی نہیں بلکہ جسم کی فتح کا عمل لگتا ہے جو مردانہ انا کی تسکین کا سبب معلوم ہوتا ہے ۔ فہمیدہ ریاض لکھتی ہیں :

" عورت ان کے لیے ایک ایسی ہستی نہیں ،ایسی شے ہے جو ان کی مستحق ہے ۔ ن۔م راشد جو نہایت جدید شعری حسیات کے مالک تھے،جنھوں نے اردو ادب کو بہت حسین و جمیل ، فکر انگیز اور لازوال نظمیں عطا کی ہیں اور عورت کی حد تک ایسے تعصباتی ذہن بلکہ"ذہنیت" کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ آدمِ نو کا جشن منانے والے، اس بہت اچھے شاعر کا کلام،عورت کو اولاد آدم تک نہیں گردانتا وہ فوری ضرورت پوری کرنے کا ایک ذریعہ تو بن سکتی ہے لیکن وہ پسند نہیں کرتے کہ عورت بات چیت بھی کرے، اسے وہ وقت کازیاں سمجھتے ہیں ؛

رہنے دے اب کھو نہیں باتوں میں وقت ،
اب رہنے دے
وقت کے اس مختصر لمحے کو دیکھ
تو اگر چاہے تو یہ بھی جاوداں ہو جائے گا
پھیل کر خود بے کراں ہو جائے گا۔"(۱۵)

راشد کی شاعری آخری دو مجموعوں میں تو کمالِ فن کو چھوتی نظر آتی ہے ۔اسی دور میں ان کی کئی لازوال نظمیں منظر عام پر آئیں۔ خاص کر آخری دو مجموعوں میں ایسی نظمیں ہیں جو بڑے اور آزاد ذہن کی تخلیق ہیں جو گرد و پیش کی تمام پابندیاں اور رکاوٹیں عبور کر کے زندگی کو نئی اور روشن آنکھوں سے دیکھتی ہیں مگر اس سب کے باوجود اس کی شاعری میں عورت اسی طرح پابندِ سلاسل ہی نظر آتی ہے جیسا کہ پہلے مجموعے"ماورا" میں تھی اور " گماں کا ممکن"میں بھی یہی صورتحال ہے:

ورنہ شب ہائے زمستان ابھی بیکار نہیں
مسکرا دے کہ ہے تابندہ ابھی تیرا شباب

کلیات کی آخری دس نظموں میں سے اگر نظم" مسز سالا مانکا " کو دیکھا جائے تو یہی تاثر ملتا ہےکہ پوری نظم میں "مسز سالا مانکا" کے خد و خال اور گوشت پوست کے اعضا کے سوا کچھ نہیں ۔اشعار ملاحظہ ہوں:

خدا حشر میں ہو مددگار میرا
کہ دیکھا ہے میں نے

مسز سالا مانکا کو بستر میں شب بھر برہنہ
وہ گردن وہ باہیں وہ رانیں وہ پستاں
کہ جن میں جنوبی سمندر کی لہروں کے طوفاں(۱۶)

راشد کی شاعری پر مجموعی نظر ڈالیں تو عورت کے حوالے سے وہی فرسودہ دستور نظر آتا ہے جو پچھلی کئی صدیوں سے چل رہا ہے یعنی عورت کو مختلف کیفیات میں علامت بنا دیا جاتا ہے جیسے انصاف کی دیوی عورت ہے ۔ یہ فرق ضرور محسوس ہوتا ہے کہ راشد نے اس کے لیے متاثر کن طریقہ استعمال کیا ہے ۔مثلاً عورت کو ایسی علامت بنایا جس میں رمزی تفہیم ہو" ابو لہب کی شادی" میں عورت کی تصویر دیکھی جا سکتی ہے نظم "سومنات" کو دیکھیے تو وہ بھی یہی حال بیان کرتی ہے۔

نئے سرے سے غضب کی سج کر
عجوزہ سومنات نکلی

عمر رسیدہ عورت تو راشد کے لیے کچھ زیادہ ہی مکروہ چیز بن جاتی ہے یہ جذبہ ان کی پوری شاعری پر حاوی ہے البتہ ایک جگہ نظم" حسن کوزہ گر۳"میں ہلکا سا سراغ ملتا ہے جس میں عورت کی تحسین کا شائبہ ملتا ہے وہ بھی شکوہ و شکایت کی صورت میں۔

ہر اک شے سے پہلے آپ ہوں !
اگر میں زندہ ہوں تو کیسے"آپ"سے دغا کروں؟
کہ تیری جیسی عورتیں جہاں زاد
ایسی الجھنیں ہیں
جن کو اج تک کوئی نہیں ''سلجھ'' سکا
جو میں کہوں کہ میں'' سلجھ'' سکا تو سر بسر
فریب اپنے آ پ سے !
کہ اوروں کی ساخت ہے وہ طنز اپنے آپ پر
جواب جس کا ہم نہیں____(۱۷)

راشد وہ انسان ہیں جن کے اندر عورت کا وہ گزرنا ہو سکا جو اسے بہت زیادہ تکریم دلا سکے بلکہ ان کی نفسیاتی ناطاقتی نے ان کے تصور عورت کی تشکیل کی اور فہمیدہ ریاض کے لیے اتنے بڑے شاعر جس کی حسین ترین نظمیں پڑھنے سے مسرت اور نشاط کے در کھلتے ہیں سب سے بڑا اعتراض اور تضادہی عورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ن ۔م راشد،کلیاتِ راشد، لاہور:ماورا پبلشرز،ص۲۸۲
۲۔ ایضاً،ص۹۷۔۹۸
۳۔ فہمیدہ ریاض،سب لعل و گہر (کلیات)، لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء،ص۱۰۰
۴۔ ایضاً،ص۴۵
۵۔ ایضاً،ص۱۳۹
۶۔ ایضاً،ص۱۹۱
۷۔ ن۔ م راشد،کلیاتِ راشد، محولہ بالا ،ص۱۰۰
۸۔ ایضاً،ص۱۳۶
۹۔ ایضاً،ص۱۳۴
۱۰۔ فہمیدہ ریاض،ادب کی نسائی ردِتشکیل، کراچی:وعدہ کتاب گھر ۲۰۰۶ء،فلیپ
۱۱۔ ایضاً،ص۳۵
۱۲۔ ن ۔م راشد،کلیاتِ راشد، لاہور:ماورا پبلشرز،ص۱۰۸
۱۳۔ ایضاً،ص۱۱۰
۱۴۔ ایضاً،ص۱۰۳۔۱۰۴
۱۵۔ فہمیدہ ریاض،ادب کی نسائی ردِتشکیل، محولہ بالا، ۲۰۰۶ء،ص۳۸
۱۶۔ ن ۔م راشد،کلیاتِ راشد، محولہ بالا ،ص۵۵۷
۱۷۔ ایضاً،ص۴۹۰